۴۔ باغ و بہار

مصنف : میر امّن دہلوی

مرتب : رشید حسن خاں

ناشر : نقوش ، اردو بازار، لاہور۔

مبصر : نجم الاسلام

فسانۂ عجائب کے بعد رشید حسن خاں کی مرتب کردہ یہ دوسری کتاب بھی حسن تدوین اور حسن طباعت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، اور اسے بھی اُن کی مرتب کردہ کتاب "فسانۂ عجائب" کی طرح نقوش لاہور نے شائع کیا ہے۔

کتاب کی ترتیب و تدوین میں فاضل مرتب کی کوشش و کاوش دیدنی ہے۔ اس غیر معمولی محنت کے نتیجے میں، جو کتاب کے اوراق بلکہ سطر سطر سے بخوبی ظاہر ہے، ڈھائی سو صفحات کے متن کے متعلقات (مقدمہ، ضمائم، فرہنگ، اشاریہ ، عکوس ،) متن سے دو چند بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ یعنی ۵۸۵ صفحات ہوگئے ہیں۔ اب یہ کتاب طلبہ سے زیادہ اساتذہ کے کام کی ہوگئی ہے۔ اس کی توسیعات نجم الغنی خاں رامپوری کی قواعد حامدی کی یاد دلاتی ہیں، جنھوں نے اپنی غیر معمولی محنت کے نتیجے میں نحو کو صرف سے دو چند بنا دیا تھا، حالانکہ عموماً تو یہ نصف ہی رہ جاتی ہے۔

اب ذیل میں اس کتاب (باغ و بہار مرتبہ رشید حسن خاں) کے مشتملات کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ مقدمہ مقدم ہے۔ سب سے پہلے اسی کارنامے کو لیتے ہیں۔ یہ میر امّن کی تصانیف کے حوالے سے، چند ضروری تصریحات سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد مرتب اپنے تدوینی کام کی حدود سے متعلق توضیحات پیش کرتے ہیں۔ مقصود و مدعا ایسے نکات کو ابتداً ہی میں سامنے لانا ہے جو متن کو مصنف کے منشاء کے مطابق پیش

کرنے میں مددگار و معاون ہوں۔ اس ذیل میں انھوں نے صحتِ الفاظ، جملوں کی صحیح ترتیب، تذکر و تانیث کے تغیرات پر مفصل وضاحتی حواشی کی اہمیت، اور تدوین میں تحقیق سے کام لینے پر زور دیا ہے۔ پھر میر امن کے حالاتِ زندگی، نام، تخلص، وطن، تعلیم، جاگیر و منصب، مذہب، اولاد اور اہل خانہ، دہلی سے روانگی، کلکتے میں آمد، ملازمت، سبکدوشی اور گنج خوبی کے عنوانات کے تحت، محققانہ انداز میں تمام دستیاب معلومات کا احاطہ بھی کیا ہے، اور محاکمانہ جائزہ بھی لیا ہے، یعنی پیش رو فضلاء کی تصریحات میں جہاں قابل گرفت مقامات ملے، گرفت بھی کی ہے۔ اس قبیل کا ایک اچھا کام یہ کیا ہے کہ ایک فاضل اہلِ قلم کی اس کوشش کو بھی گرفت میں لائے ہیں جو انھوں نے پانچ چھے برس پیشتر، ادبی تذکروں اور تاریخوں کے تمام، تینوں امنوں کو یکجا کر کے ایک شخصیت بنانے میں کی تھی۔ اس صورتِ حال کو فضلاء نے اس تمام عرصے میں قبول تو کبھی نہیں کیا تھا، لیکن تحریراً تردید کرنے کا فرض کفایہ، اولاً باغ و بہار کے فاضل مرتب نے اپنے مقدمے میں انجام دیا ہے۔ اس طرح جو غلطی نقوش کے اوراق سے چلی تھی، نقوش ہی کی بدولت دور بھی ہو گئی۔

پھر مقدمے میں باغ و بہار سے متعلق توضیحات آتی ہیں۔ اس ذیل میں باغ و بہار کا آغاز و اختتام، کتاب کا نام: باغ و بہار کی تیاری میں مدد اور نثر کی درستی کا دعوا، انعام، باغ و بہار: ترجمہ یا تالیف یا تصنیف، امیر خسرو سے منسوب روایت، خطی نسخے، مطبوعہ نسخے، ہندی مینول، اشاعت اول، پیش لفظ، اعراب و علامات و رموزِ اوقاف، ڈنکن فاربس اور عبدالحق کی مرتبہ باغ و بہار،

قصہ چہار درویش فارسی، قصے کے مآخذ اور متعلقات، باغ و بہار کی نثر اور اس کے مختصات کے متعلق ضروری معلومات اور بحثیں آگئی ہیں۔ آخر میں ایک بار پھر اپنے تدوینی طریق کار سے متعلق توضیحات مزید پیش کی ہیں۔ فی الحقیقت یہ سب کچھ حسن تناسب کے ساتھ ہے۔ البتہ کہیں کہیں اپنے ذوق و رجحان یا فیصلے کے مطابق تفصیل طلب امور کو اجمال کے ساتھ پیش کیا ہے، مثلاً قصہ چہار درویش فارسی کے ذیل میں؛ اور قصے کے مآخذ کے ذیل میں نتیجہ خیز محنتوں کی شاید اب بھی بہت کچھ گنجائش رہ گئی ہے۔

صفی کے اشعار والے قصۂ چہار درویش فارسی کا ذکر انہوں نے کسی قدر لا تعلقی کے ساتھ کیا ہے اور پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ قصہ ان کی نظر سے گذرا ہے؛ حالانکہ اس کا نسخہ انجمن ترقی اردو ہند دھلی کے کتاب خانے میں ہے۔ اور کبھی مولوی عبدالحق کے پاس تھا۔ یہی نہیں بلکہ صفی کے دو مثنویوں والے مخطوطات بھی اس کے ساتھ ہونگے جو تقسیم برصغیر کے بعد انجمن ترقی اردو پاکستان کے حصے میں آئے اور جن میں سے ایک کو مولانا افسر امروھوی مرحوم نے خالق باری کی بحث میں محمود شیرانی کے ایراد کے لیے استعمال کیا تھا۔

اس لیے فاضل مرتب کا یہ لکھنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق نے باغ و بہار کے مقدمے میں صفی کے اشعار والے نسخے کے بارے میں صراحتاً یہ نہیں لکھا کہ وہ کون سا نسخہ ہے جو ان کے سامنے ہے۔ صفی کے اشعار والا تو ایک ہی نسخہ ہے جو پہلے خود مولوی عبدالحق کے پاس تھا۔ دوسرے کسی نسخے کی اطلاع ابتک کسی نے نہیں دی ہے۔ موجود ہو تو اطلاع دی جانی چاہیے۔

قصہ چہار درویش فارسی کے ذیل میں انجب کا ذکر بھی آنا

چاہیے جو اصلاً مغربی تھا۔ اس جہت سے چہار درویش میں کلاہ شمسی (سولاہیٹ)، دوربین، پنجرۂ آہنی (صدیوں پہلے سے پرتگالیوں میں بطور سزا اس کا استعمال چلا آتا ہے، انگریزوں نے بطور سزا اس کا استعمال برصغیر میں کمپنی کے وسطی دور سے کیا، برصغیر میں پہلے اس کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا) یہ سب اور چند دیگر مغربی عناصر چہار درویش کا موجد ہونے کے سلسلے میں ذہن کو انجب کے دعوے کی طرف لے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ فورٹ ولیم کالج کے قیام سے پہلے کے زمانے میں قصہ چہار درویش فارسی کا ایک نسخہ سر ولیم جونس کے پاس بھی تھا اور وہ بخوبی اس سے واقف تھا جیسا کہ اس کے حال میں آتا ہے۔ اس کی باز یافت سے بھی، اگر وہ ممکن ہو، کچھ نہ کچھ عقدہ کھل سکتا ہے کہ کلکتے کے اس زمانے کے مستشرقین قصے کی کس فارسی روایت سے واقف تھے۔ ولیم جونس نے اس قصے کو انگریزی میں منتقل کرنا بھی چاہا تھا۔

بہرکیف، اس نوعیت کی بحثوں میں تشنگی رہتی ہے، اور یہ خود ایک بڑا کام ہے کرنے کا۔ فاضل مرتب کی یہ رائے درست ہے کہ اس قصے کے فارسی متن کے نسخے متعدد ہیں اور ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں، جب تک ان سب نسخوں کو عکس کی صورت میں یکجا کر کے ان کا مفصل مطالعہ نہ کیا جائے اس وقت تک کئی باتیں وضاحت طلب رہیں گی اور یہ کہ یہ ایک الگ اور مستقل تحقیقی مقالے کا موضوع بنتا ہے۔ اس صورت میں، سب سے زیادہ انھی سے امید رکھنی چاہیے کہ اس پہلو سے بھی قصے کے محققانہ مطالعے کا حق آگے بڑھ کر وہ خود ادا کریں گے۔

فرہنگ کے ذیل میں مرتب نے حلِ لغات کی ایک مستحسن کوشش کی ہے۔ قصے میں قدیم الفاظ و محاورات و مصطلحات کا ایک